تبدیل جلود

— از —

مولنا عبداللہ العمادی

— ۱ —

بعض وقت سیدھی سی بات میں اختلاف اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے قرآن کریم میں ایک مقام پر انسان کی کھالوں پر عذاب ہونے کا تذکرہ ہے۔ صورت یوں بتاتی ہے کہ خدا کی نشانیوں کا جو انکار کرتے ہیں وہ عنقریب آتش دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ وہاں جب آگ کی وجہ سے ان کی کھالیں پک کر گل جائیں گی تو خدا کے حکم سے دوسری کھالیں تبدیل ہو جائیں گی۔ غرض یہ ہے کہ عذاب میں مبتلا رہیں اور اس کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

یہ مضمون سورۂ نساء میں مذکور ہے اور بظاہر ایک سلجھی ہوی بات ہے لیکن وقت آفرینی و عجائب پسندی کی بنیاد پر جو شاخیں نکلیں جیسے جیسے شگوفے پھوٹے اور تفسیروں میں جب ہیچ پر اِس قسم کی روایتیں کھلیں پھولیں اُن کے نظارے عجیب۔ مثلاً:-

(الف) دوزخیوں کی جب ایک کھال پک کر گلجائے گی تو دوسری کھلڑی جو چڑھیگی اُس کا رنگ سفید کاغذ جیسا ہوگا۔ [1]

(ب) کھال چالیس گز کی ہوگی۔ دانت ستر گز کے اور شکم اتنا فراخ ہوگا کہ ایک پہاڑ اُس میں

[1] قال ابن جریر حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن للاعمش عن ثویر عن ابن عمر قال اذا احترقت جلودہم بدلناہم جلوداً بیضاء امثال القراطیس۔

سما جائے۔[1]

(ج) دن بھر میں ستر ستر مرتبہ کھال گل جایا کرے گی اور نئی کھال چڑھا کرے گی۔[2]

(د) روزانہ ستر ہزار کھالیں آگ سے جل جایا کریں گی۔ ہر کھال چالیس گز کی موٹی ہوگی۔[3]

(ھ) دن میں سو سو مرتبہ نئی کھالیں بدلی جائیں گی۔[4]

(و) آگ ان کھالوں کو روزانہ ستر ستر ہزار مرتبہ کھا جایا کرے گی۔ اور ہر مرتبہ از سر نو کھال جمے گی۔[5]

(ز) اور جسم اتنا لانبا چوڑا کر دیا جائے گا۔ کہ ایک تیز رفتار سوار کے لئے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں تین دن کی مسافت ہوگی۔[6]

(ح) دانت کوہ اُحد جتنے بڑے ہوں گے۔ اور جسم کا موٹاپا تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔[7]

(ط) نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ دوزخیوں کے گوشت ہی سے بنے گی۔[8]

(ی) کھال جو بدلی جائے گی وہ اصل میں ذات کی تبدیلی ہوگی۔[9]

(۲)

ان روایتوں پر خود مفسرین نے اعتراض کئے ہیں اور بات بنانے کے لئے پھر جواب دینے کی کوشش

---

[1] عن المثنیٰ عن اسحاق عن ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع قال الخ۔
[2] عن المثنیٰ عن سوید بن نصر عن ابن المبارک قال بلغنی عن الحسن الخ۔
[3] عن القاسم عن الحسن عن ابی عبیدۃ التمداد عن ہشام بن حسان عن الحسن۔
[4] زعم ابو السعود العمادی ان ہذہ الآیۃ قرئت عند عمرؓ فقال معاذ بن جبل عندی تفسیرہا یبدل فی ساعۃ مائۃ مرۃ۔
[5] قال الحسن تاکلہم النار کل یوم سبعین مرۃ (ابو السعود)۔
[6] من مزاعم ابی السعود عن ابی ہریرۃ۔
[7] ابو السعود عن ابی ہریرۃ۔
[8] قال السدی ان تعالیٰ یبدل الجلود من لحم الکافر فیخرج من لحمہ جلداً آخر (رازی)
[9] قال النیسابوری جزم صاحب الکشاف بان المراد من ہذا التبدیل ہو تغییر الذات فلہذا فسر التبدیل بالابدال (زمخشری و نیسابوری)۔

بھی کی ہے ۔ علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں ۔

مامعنی قوله جل ثناؤه کلما نضجت	اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ "جب
جلودهم بدلنا جلودًا غیرها وهل	ان (منکروں) کی کھالیں پک کر گل اٹھیں گی تو ہم
یجوز ان یبدلوا جلودًا غیر جلودهم	ان کے علاوہ دوسری کھالیں بدل دیں گے " کیا یہ
التی کانت لهم فی الدنیا فیعذبوا فیها؟	جائز ہے کہ ان کھالوں کے علاوہ جو دنیا میں رہی تھیں
فان جاز ذالك فاجز ان یبدلوا	دوسری کھالیں بدل جائیں اور ان میں عذاب ہو۔
اجسامًا وارواحاً غیر اجسامهم	یہ اگر جائز ہے تو جہاں نئی کھالوں پر عذاب ہوگا
وارواحهم التی کانت لهم فی الدنیا	جواز تسلیم ہوا ہے ۔ یہ بھی جائز مان لو کہ دنیا میں جو
فتعذب وان اجزت ذالك لزمك ان یکون	روحیں اور جسم تھے وہ بھی بدل جائیں گے اور تبدیل
المعذبون فی الاخرة بالنار غیر	شدہ (نئے) اجسام وارواح پر عذاب ہوگا ۔ یہ بات
الذین اوعدهم الله العقاب علی	اگر جائز ٹھیری تو تم کو لازمی طور پر ماننا پڑیگا کہ
کفرهم به ومعصیتهم ایاه و	آخرت میں آگ کا عذاب جن لوگوں پر ہوگا وہ ان
ان یکون الکفار قد ارتفع عنهم	لوگوں کے علاوہ ہوں گے جن کے انکار و نافرمانی
العذاب ۔ ؎	پر خدا نے انھیں عذاب کی دھمکی دی تھی کافروں
	سے عذاب اٹھ جائے گا ۔ ؎

پھر لکھتے ہیں :۔

اما جلود اهل الکفر من اهل النار	دوزخی کافروں کی کھالیں جل نہ جائیں گی اس لئے
فانها لا تحترق لان فی احتراقها الی	کہ جل جانے کا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ فنا ہو جائینگی ۔

؎ تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۴

حال اعادتها فناؤها و فی فنائها راحتها
قالوا وقد اخبر اللّٰہ تعالیٰ ذکرہ عنها
انهم لا یموتون و یخفف عنهم من
عذابها. قالوا وجلود الکفار احد
اجسامهم ولو جاز ان یحترق منها
شئ فیفنی ثم یعاد بعد الفناء فی النار
جاز ذلک فی جمیع اجزائها و اذا جاز
ذلک وجب ان یکون جائزاً علیهم
الفناء ثم الاعادة والموت ثم الاحیاء
وقد اخبر اللہ عنهم لا یموتون قالوا
وفی خبرہ عنهم انهم لا یموتون
دلیل واضح انہ لا یموت شئ من
اجزاء اجسامهم والجلود احد
تلک الاجزاء۔ ۱

اور ظاہر ہے کہ فنا ہونے میں ان کے لئے راحت و آسائش
ہے اللہ تعالیٰ اس باب میں خبر دے چکا ہے کہ دوزخی
نہ تو مریں گے اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی
کافروں کی کھالیں ان کے جسم ہی کی ایک جز ہیں جسم کا
کوئی جز اگر جل کر فنا ہو جائے اور پھر فنا ہونے کے بعد
آگ ہی میں اس کا اعادہ بھی ہو تو ایک جز میں اس کیفیت
کو جائز ماننے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہی کیفیت تمام
اجزا کے لئے بھی جائز ہے یعنی ہر جز و بدن اور پورے جسم
کا یہی حال ہو سکتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دوزخیوں
کے جسم کا فنا ہو جانا۔ پھر از سر نو پیدا ہونا۔ مرنا اور پھر زندہ ہو جانا ہے
حالانکہ اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ دوزخیوں کو موت
نہ آئے گی اور یہ ایک کھلی ہوئی دلیل اس دعوے کی ہے
کہ ان کے جسم کے کسی جز پر موت لاحق نہ ہوگی۔ اور یہ مانی
ہوئی بات ہے۔ کہ کھال جسم کا ایک جز ہے ۱

یہ اعتراضات معترضین کی زبان سے ادا کئے گئے ہیں اور جواب بھی خود اپنی طرف سے نہیں دیا ہے مفسرین کے تین جواب نقل کر دیے ہیں مگر لہجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں کسی پر اطمینان نہیں ہے ۲۔ ان جوابوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱ تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۵۔
۲۔ جواب کی ابتدا "قیل" سے کی ہے۔ جو تضعیف و تمریض کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی استدلال کے وثوق و اعتماد میں ضعف و کمزوری دخیل ہے۔

الف ۔ دوزخ کا عذاب دراصل انسان کے لئے ہے ۔ گوشت و پوست کے لئے نہیں ہے ۔ جلنے کو جلد (کھلڑی) بھی جلے گی ۔ لیکن مدعا خود انسان کا جلنا ہے جو گوشت و پوست سے بالکل ایک علیٰحدہ چیز ہے ۔ بار بار نئی کھلڑی اس لئے پیدا ہوگی کہ اس کے جلنے سے انسان کو تکلیف پہنچتی رہے اور سلسلۂ عذاب منقطع نہ ہونے پائے رنج و راحت کا احساس نفس کو ہوتا ہے ۔ گوشت و پوست کو نہیں ہوتا گوشت و پوست کا عذاب اصل میں عذاب نفس کا ایک ذریعہ ہے ۔ اور یہ ایک ایسا واضح اور کھلا ہوا مسئلہ ہے جس کی واقعیت میں کسی فہمیدہ شخص کو کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہو سکتا ؛

ب ۔ گوشت و پوست میں بھی آسایش و تکلیف کے محسوس کرنے کا مادہ موجود ہے جسم کے کسی عضو میں درد ہوتا ہے تو سارے بدن پر اُس کا اثر پڑتا ہے ۔ دوزخیوں کے گوشت و پوست کے جل جانے اور پھر نئے گوشت و پوست کے پیدا کرنے کا یہی منشا ہے ۔

ج ۔ دوزخیوں کے لئے نئی نئی کھلڑی بدلنے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ واقع میں نیا گوشت و پوست ہر گھڑی پیدا ہوتا رہے گا ۔ بلکہ جیسا کہ قرآن کریم نے ایک اور مقام پر بیان کیا ہے کہ :۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔

(سورۂ ابراہیم ۱۴ ۔ رکوع ۷ ۔ آیت ۵۱)

تم اس روز گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے ۔ ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے ۔ آگ ان کے مونہوں کو ڈھانک لے گی ۔ غرض یہ ہے کہ جس نے جو کمائی کی ہے اللہ اس کی جزا دے ۔ درحقیقت اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۔

یہاں بھی اس کے مطابق دوزخیوں کے کرتے جو گندھک کے ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اشتعال پذیر ہوں گے جب جل چکیں گے تو دوسرے کرتے بدل دئے جائیں گے یعنی کھال کی تبدیلی سے تبدیل لباس مراد ہے ؛

— ۳ —

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ۔ (۱) اگر احساس کا مادّہ محض انسان کے نفس میں ہے۔ گوشت و پوست میں نہیں ہے۔ اور نفس ہی پر عذاب کرنے کے لئے گوشت و پوست کو بھی جلایا جائے گا۔ تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ براہ راست نفس پر عذاب ہوتا اور وہ اجزائے جسم جن میں احساس ہی نہیں ہے۔ اور اس لئے اگر عذاب بھی ہو تو ان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لپیٹ میں نہ آتے۔ جب کسی چیز میں عذاب کی حس ہی نہیں تو خواہ مخواہ کو اُسے چھیڑنے یا ستانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ خالی گوشت و پوست میں بھی اگر احساس ہے تو گوشت کا وہ پارچہ اور کھلڑی کا وہ جز جو بدن سے جُدا ہو چکا ہو یہ احساس اس میں کیوں نہیں ہے۔

۳۔ تبدیل جلد سے اگر تبدیل لباس مراد ہے اور پہلے لباس ہی کے جلنے کے بعد اہل دوزخ کو نیا لباس تبدیل کرایا جائے گا۔ تو اس کے لئے آیت میں لفظ "نضجت" کا استعمال جس کے معنی پکنے اور پک کر گل جانے کے ہیں۔ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ عربی زبان میں جب یہ محاورہ ہی نہیں ہے تو قرآن کریم کی بلاغت اس کو کب روا رکھنے لگی تھی؟

اس موقع پر امام رازی نے بھی دو اعتراض پیدا کئے ہیں۔

الف خدا میں جب اس قدر قدرت ہے کہ دوزخیوں کو ہمیشہ آگ میں زندہ رکھ سکتا ہے۔ تو کیا وہ اُن کے جسم کے باقی رکھنے پر قادر نہ تھا کہ عذاب بھی ہوا کرتا اجزائے جسم بھی فنا نہ ہوتے اور نئے گوشت و پوست کے چڑھانے کی ضرورت بھی نہ پڑتی؟

ب۔ جس گوشت و پوست نے گناہ کئے تھے۔ جب وہ آگ میں جل چکا تو نئے گوشت و پوست کو جو بالکل بے گناہ ہیں۔ پیدا کر کے آگ میں جلانا صریح بے انصافی ہے۔

پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

انه تعالیٰ لایُسئال عما یفعل بَلْ	خدا جو چاہے کرے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہم تو یہ
نقول انه تعالیٰ قادرٌ علیٰ ان یوصل	بھی کہہ سکتے ہیں کہ دوزخیوں کے جسم کو بغیر اس کے کہ آگ
الیٰ ابدانہم الاماً عظیمةً من غیر	میں ڈالنا پڑے۔ خدا سخت سے سخت عذاب دے سکتا ہے۔
ادخال النار مع انه ادخلهم النار [1]	مگر اس پر بھی اس نے آگ میں ڈالا۔ [1]

دوسرے اعتراض کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں۔

الف۔ نضج اور نضیج یہ دونوں دو چیزیں ہیں۔ اس لئے ذات کے اعتبار سے جسم تو وہی رہیگا جو دنیا میں تھا۔ البتہ صفت بدلی ہوگی۔

ب۔ عذاب اصل میں انسان پر ہوگا اور ظاہر ہے کہ کھال انسان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے ملی ہوئی ایک زائد چیز ہے۔ نئی کھال انسان تک عذاب پہونچنے کا ایک ذریعہ ہوگی۔ اس لئے حقیقت میں عذاب اسی کو ہوا جس نے گناہ کئے تھے۔

ج۔ کھال سے مراد گندھک کے کرتے ہیں۔

د۔ اس سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ استعارہ مقصود ہے۔

ھ۔ دوزخیوں کے جسم پر نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ انھیں کے گوشت سے بنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ ارتکاب گناہ میں یہ گوشت بھی شریک رہ چکا ہے۔

ہنوز یہ شبہہ باقی رہتا ہے کہ (۱) بے شبہہ خدا سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا لیکن کیا اس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی نہیں۔ کیا ایک نیا شبہہ پیدا کر دینے سے پہلے شبہہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اور کیا خود امام صاحب نے ایک موقع پر یہ نہیں لکھا ہے کہ آتش دوزخ سے وہ آگ مراد نہیں ہے جس میں کیمیاوی مادے ہوا کرتے ہیں

[1] یہ اور اس سے قبل کے دونوں اعتراض اور بعد کے پانچوں جواب تفسیر کبیر میں بڑی تفصیل سے مذکور ہیں ملاحظہ ہو جلد ۳ صفحہ ۲۳۱ طبع خیریہ مصر ۱۳۰۸ھ۔

۲۔ تبدیلی خواہ جسم میں ہوئی ہو یا اس کی صفت میں سوال تو یہ ہے کہ مجرم خود انسان تھا۔ اور وہی صاحب ارادہ بھی ہے گوشت و پوست میں یہ مادہ کہاں کہ اپنے ارادہ سے کوئی کام کر سکیں! انسان کی طبیعت نے جب اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا ان سے کام لیا اور وہ انسانی اغراض کے حاصل ہونے میں محض آلہ ہی تھے! اس صورت میں عذاب کا مستحق اگر ہے تو انسان کا نفس ہے کھال نے کیا گناہ کیا تھا کہ اس کو بار بار جلایا جائے۔ یہ عذاب اگر محض اس بنا پر ہے کہ جرم کے وقت کھال بھی جسم انسانی کے شریک حال تھی۔ تو اس ضابطہ کی رو سے اس حصۂ زمین کو بھی جس پر جرم ہوا ہو اور اس کپڑے کو بھی جو حالت جرم میں مجرم کے جسم پر رہا ہو عذاب دینا چاہئے۔

۳۔ استعارہ کی توجیہ قرین قیاس تو ہے۔ مگر اس کا ثبوت درکار ہے۔

۴۔ مفسر سُدّی کی یہ رائے کہ "دوزخیوں کے جسم پر نئی کھال جو پیدا ہو گی وہ انہیں کے گوشت سے بنی ہو گی۔ اس لئے یہ اعتراض نہ ہونا چاہئے کہ نئی کھال پر جو کسی حالت میں شریک گناہ نہ تھی۔ کیوں عذاب ہوا" ایک ایسی رائے ہے جو اسی وقت قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ جب یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سورۂ اعراف میں سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گذر جانے کی قرآن نے جو شرط کی ہے وہ خدا کے نزدیک محال ہو تو ہو۔ مگر واقع میں محال نہیں ہے۔ جسم خواہ کتنا ہی لانبا چوڑا کیوں نہ ہو تاہم اس کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ گوشت سے اگر ہمیشہ کھال بنا کی اور ایک کے جل جانے کے بعد دوسری پیدا ہوتی رہی تو ایک نہ ایک دن ایسا بھی آئے گا، کہ سارا جسم خود بخود دفنا ہو جائے گا۔ اور عذاب جاوید کی نوبت ہی نہ آنے پائے گی۔

۵۔ طبی تحقیقات نے ثابت کر رکھا ہے کہ اجزائے بدن تحلیل ہوا کرتے ہیں۔ پرانے اجزا کی جگہ نئے اجزا لیتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ وہ جسم جس کو لیکر انسان پیدا ہوا تھا ہمہ تن بدل چکا ہوتا ہے۔ فرض کرو کسی شخص نے ابتدائی زندگی میں کوئی ایسا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں دوزخ نصیب ہو۔ اور آگ میں جلنا پڑے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اجزائے جسم جن کے ذریعہ سے ارتکاب گناہ کا اس کو

رتع ملاتھا جب وہ حالت زندگی ہی میں تحلیل ہو چکے تھے اور پیرانہ سری کے عالم میں نئے اجزا نے جن کو ابتدائی عمر کی غلط کاریوں سے سابقہ ہی نہیں پڑا تھا پرانے اجزا کی جگہ لے لی تھی۔ تو آخر کس جرم کی پاداش میں ان کو جلایا جائے گا۔

عراق عرب کے مشہور مفسر شہاب آلوسی کی رائے اس موقع پر سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:۔

عندی ان ھذا السوال مما لا یکاد	میرے نزدیک یہ سوال ایسا نہیں ہے جسے کوئی صاحب
یسألہ عاقلٌ فضلاً عن فاضلٍ و	فضل وکمال تو کیا کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی کر سکے
ذلک لِاَنّ عصیان الجلد وطاعتہ	سبب یہ ہے کہ کھال کی نافرمانی۔ اطاعت۔ الم پذیری
وتالمہ وتلذذہ غیر معقول لانہ	اور لذت یاب ہونا یہ سب نامعقول باتیں ہیں اس لئے
من حیثُ ذاتہ لا فرق بینہ وبینَ	کہ ذاتی حیثیت سے اس میں اور دوسرے جمادات
سائر الجمادات من جہۃ عدم	میں کوئی فرق نہیں ہے احساس ادراک وشعور نہ اُن
الادراک والشعور وھو اشبہ الاشیاء	میں ہے اور نہ اس میں۔ آلہ سے وہ بہت زیادہ ملتی
بالآلۃ فید قاتل النفس ظلماً مثلاً آلۃ	جلتی ہے مثلاً جس شخص نے کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو
لہ کا لسیف الذی قتل بہ ولا فرق	اس کا ہاتھ بھی آلۂ قتل ہے اور اسی تلوار کے مشابہ ہے
بینھما الا ان الید حاملۃ للروح	جس سے مقتول کی اس نے جان لی تھی ان دونوں
والسیف لیس کذالک وھذا لا یصلح	میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ہاتھ میں
وحدہ سبباً لاعادۃ الید بذاتھا	جان ہے اور تلوار میں نہیں ہے لیکن یہ کوئی ایسی بات
واحراقھا دون اعادۃ السیف و	نہیں جس کی بنا پر ہاتھ کو پھر پیدا کر کے جلایا جائے۔
احراقہ لان ذالک الحمل غیر اختیاری	اور تلوار اس سے مستثنیٰ رہے۔ سبب یہ ہے کہ یہ بے اختیاری

فالحق ان العذاب على النفس الحساسة باى بدن حلت وفى اى جسد كانت وكذا الحال فى النعيم ۔ ؎۱

کی بات تھی۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ عذاب اس نفس پر ہوگا جس میں حس ہے۔ خواہ وہ کسی بدن میں جائے اور کسی جسم میں رہے یہی حالت بہشت کی نعمتوں کی بھی ہے۔ ؎۱

اس کے بعد متعدد حدیثیں تائید میں روایت کی ہیں۔ اور پھر لکھتے ہیں۔

ولولا ما علم من الدين بالضرورة من المعاد الجسمانى بحيث صار انكاره كفراً لم يبعد عقلاً القول بالنعيم والعذاب الروحانيين فقط ولما توقف الامر على اثبات الاجسام فعلاً ولا يتوهم من هذا انى اقول باستحالة اعادة المعدوم معاذ الله تعالى ولكنى اقول بعدم الحاجة الى اعادته وان امكنت۔ والنصوص فى هذا الباب متعارضة فمنها ما يدل على اعادة الاجسام بعينها بعد اعدامها ومنها ما يدل على خلق مثلها وفناء الاولى ولا ارى بأساً بعد القول بالمعاد الجسمانى فى اعتقاد اى الامرين

مذہب کے رو سے اگر بدیہی طور پر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ جسم کے لئے معاد لازمی ہے اور اس کا انکار حد کفر تک پہنچتا ہے تو عقل کے رو سے یہ بات کوئی دور نہ تھی کہ راحت و عذاب دونوں روحانی ہوں گے اس لئے کہ بالفعل جسم کا ثبوت دینے پر معاملہ موقوف ہے۔ یہ شبہہ نہ ہونا چاہئے کہ جو چیز معدوم ہو چکی ہو اس کے اعادہ کو میں محال کہہ رہا ہوں معاذ اللہ لیکن میں یہ البتہ کہتا ہوں کہ وہ جسم جو معدوم ہو چکا ہو اس کا واپس لانا خواہ ممکن ہو مگر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حدیثیں بھی اس باب میں ایک دوسرے کے معارض ہیں بعض سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے معدوم ہو جانے پر بعینہٖ اسی جسم کا اعادہ ہوگا اور بعض کا یہ مفہوم ہے۔ کہ پہلا جسم تو فنا ہو چکا ہے مگر ویسا ہی دوسرا جسم پیدا ہو جائے گا جب معاد جسمانی ہی کو ماننا ہے تو کچھ

؎۱ تفسیر روح المعانی سورۂ نساء

مضایقہ نہیں کہ ان میں سے جس بات کو چاہیں مان لیں[۱]۔

(۵)

اس موقع پر ناظرین آیت زیر بحث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سورۂ نسآء میں ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ
نَارًا ۔ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ
جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ
اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ (سورۂ ۴
رکوع ۸ آیت ۵۹)

جن لوگوں نے ہماری نشانیوں سے انکار کیا ہم اُن
کو آگ میں (لے جا) داخل کریں گے جب انکی کھالیں
گل جائیں گی تو ہم اس غرض سے کہ وہ عذاب کا مزہ
چکھیں۔ گلی ہوئی کھالوں کی جگہ دوسری کھالیں
بدل دیں گے۔ بیشک اللہ (بڑا) زبردست صاحب تدبیر ہے

آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے دو باتیں بطور اصول کے سُن لینی چاہئیں:-

الف۔ قرآن کریم نے عذاب آخرت کی جو تشریحیں کی ہیں اُس کی صورتیں زیادہ تر انسان
کی اخلاقی کمزوریوں سے وابستہ ہیں۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔

سرّ قوله تعالیٰ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ
الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ای ان الجحیم
فِی بَاطِنِکُمْ فاطلبوها بعلم الیقین
لتروْنها قبل ان تدرکوها بعین
الیقین[۲]

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "ہرگز نہیں اگر علم
الیقین ہوتا تو دوزخ کو تم دیکھ لئے ہوتے" راز یہ ہے کہ
دوزخ خود تمہارے دل میں موجود ہے۔ لہٰذا اس کو علم
یقین کے ذریعہ سے دیکھ لو قبل اس کے کہ یقین کی
آنکھ سے اُس کو دیکھو گے[۲]

ب۔ بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں جس قدر واقعات مذکور ہیں اُن سب میں مجاز
کا پہلو ہے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

[۱] عذاب روحانی ہوگا یا جسمانی اور اعادۂ معدوم جائز ہے یا نہیں یہ ایک جداگانہ بحث ہے اور کسی مستقل عنوان کے تحت میں اس پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ [۲] جواہر القرآن۔

إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ اخبرنا بما وَعَدنا بهٖ فی الدار الاٰخرة من النعیم والعذاب واخبرنا بما یوکل و یشرب و ینکح و یفرش وغیر ذٰلِكَ فلو لا معرفتنا بما یشبه ذٰلك فی الدنیا لم نفهم ما وعدنا به ونحن نعلم مع ذٰلك ان تلك الحقایق لیست مثل هذه حتیٰ قال ابن عباس لیس فی الدنیا مما فی الجنة الا الاسماء۔

خدا نے آخرت میں جس راحت و عذاب کا ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اس کی خبر اور نیز ان چیزوں کی خبر دی جو کھائی پی صحبت کی۔ اور بچھائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ لہٰذا جن چیزوں کا وعدہ ہوا ہے۔ اگر دنیا میں بھی ان سے ملتی جلتی ہوئی چیزوں کا ہم کو علم نہ ہوتا تو ہم ان وعدوں کو سمجھ سکتے ہی نہ تھے۔ با این ہمہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ واقعات (جو بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں مذکور ہیں) ایسے ہی نہیں ہیں۔ (جیسے دنیا میں نظر آتے ہیں) حتیٰ کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ "بہشت میں جو چیزیں ہیں ان سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اگر ہے تو صرف نام ہے" لہ

یہ اصولی ایضاح کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے اور اب اس کے بعد آیت زیر بحث کی تفسیر کے لئے امام رازی کے اس فقرہ کو درج کر دینے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے جو ان کی رائے میں واقع ہو یا نہ ہو مگر ممکن ضرور ہے لکھتے ہیں:۔

یمکن ان یقال هذا استعارة عن الدوام وعدم الانقطاع کما یقال لمن یراد وصفه بالدوام کلما انتهی فقد ابتدأ من اوله فکذا قوله کلما نضجت جلودهم بدلناهم

کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں عذاب کے ہمیشہ رہنے اور منقطع نہ ہونے کی جانب اشارہ ہے جس طرح اس شخص کی نسبت جس کی مداومت کی تعریف مقصود ہوتی ہے کہتے ہیں کہ "جب وہ ختم کر چکتا ہے تو پھر شروع کر دیتا ہے اور جب آخر تک پہونچتا ہے تو پھر اول سے ابتدا

لہ رسالہ فی شرح حدیث النزول ۔

جُلُوْدًا غَيْرَهَا۔ یعنی کلما ظنوا انهم نضجوا واحترقوا وانتهوا الی الهلاک اعطینهم قوۃ جدیدۃ من الحیاۃ بحیث ظنوا انهم الان حدثوا ووجدوا فیکون المقصود بیان دوام العذاب وعدم انقطاعه [1]

کرتا ہے" اسی مضمون کی یہ آیت بھی ہے کہ "ان کی یعنی دوزخیوں کی کھالیں جب گل جائیں گی تو ہم بجائے ان کے دوسری کھالیں بدل دیں گے" یعنی جب وہ سمجھیں گے کہ اب تو کھال پک کر جل چکی اور ہلاکت کا موقع آگیا (کیونکہ وہ اسی کو غنیمت سمجھیں گے کہ بلا سے گوشت جل جائے کہیں اس عذاب کی زندگی سے نجات ملے) تو ہم از سر نو انہیں زندگی کی ایسی طاقت عطا کریں گے کہ ان کو گمان ہوگا کہ ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا آیت کی غرض یہ ہوگی کہ عذاب جاوید کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے مسلسل قائم رہنے کی توضیح

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی النیسا بوری فرماتے ہیں۔

المراد الدوام وعدم الانقطاع ولا النضج ولا احتراق۔ [2]

نہ کھال کا پک کر گلجانا مقصود ہے اور نہ جلنا مراد ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سلسلہ عذاب ہمیشہ رہیگا اور منقطع نہ ہوگا۔

(۶)

شیخ اکبر ابن عربی اندلسی نے ایک اور ہی معنی بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا" ای حجبوا عن تجلیات صفاتنا وافعالنا اذ مطلع الایۃ کونه متجلیا بالعلم والحکمۃ والملک فی ال ابراهیم" سوف نصلیهم" نار شوق الکمال لاقتضاء

"جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے تجلیات صفات و تجلیات افعال سے حجاب میں رہے۔ یہ مطلب اس لئے ہے کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں "آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ و آتیناہم ملکا عظیما" وارد ہے یعنی آل ابراہیم کو اللہ

[1] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۰۔ [2] تفسیر نیسا بوری جلد ۵ صفحہ ۱،

غرائزهم وطبايعهم بحسب استعدادهم ذلك مع رسوخ الحجاب ق لذومه او نار قهر من تجليات صفات قهره تناسب احوالهم، او نار شره نفوسهم وحدة شوقها وطلبها لما ضربت بها من كمالات صفاتها وشهواتها مع حرمانها عنها۔

نے کتاب وحکمت وملک عظیم سے سرافراز فرمایا، لہذا مطلع آیت یہ ہے کہ آل ابراہیم پر اللہ نے علم و حکمت وملک کی تجلی نازل فرمائی، اس تجلی الٰہی کے بعد بھی جن لوگوں نے کفر کیا "عنقریب ہم انھیں آگ میں ڈالیں گے" یہ آگ کئی طرح کی ہوگی۔ (۱) شوقِ کمال کی آگ باعتبار طبیعت و استعداد فطرت، کہ آیات کے انکار سے حجاب میں پڑے ہیں، پردہ حائل ہے، اور اب دل میں آگ لگی ہے کہ یہ کمی پوری ہوجائے۔ (۲) آتش قہر جو صفات قہر الٰہی کی ایک تجلی ہے۔ (۳) آتش حرص وطمع نفسانی کی حدت شوق و طلب میں دل جل رہا ہے، محروم پڑے ہیں۔ اور اس محرومی کے دور کرنے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔

كلما نضجت جلودهم، رفعت حجبهم الجسمانية بانسلاخهم عنها وبدلناهم حجبا غيرها جديدة۔ "ليذوقوا العذاب" نيران الحرمان۔ ان الله كان عزيزا، قويا يقهرهم ويذلهم بتبدل صفات نفوسهم ويحرقهم بنيران توقانها الى كمالاتهم مع حرمانهم ابدا "حكيما"

جب جب ان کی جلدیں پک کے گل سڑ گئیں یعنی جہاں ان کے جسمانی حجاب اٹھے اور وہ اس سے باہر نکلنے کو ہوئے کہ دوسرے نئے نئے حجاب "ہم نے بدل دیے تاکہ آتش حرمان کا عذاب چکھیں"۔ "اللہ عزیز ہے" یعنی قوی ہے جو ان کے صفات نفسانی کو ذلیل کرکے خود انھیں مقہور و ذلیل بناتا ہے، حصول کمال کا بڑا شوق ہے، مگر ہمیشہ کے لئے اس کمال سے محروم ہوگئے اللہ اسی آگ میں انھیں جلاتا ہے۔

يجازيهم بما يناسبهم من العذاب الذی اختاروه لانفسهم بدواعيهم الغضبية والشهوية وغيرها وميولهم الی الملاذ الجسمانية فلذالك بدلوا حجباً ظلمانية بعد حجب [1]	"اللہ حکیم ہے"، وہ اپنی حکمت سے ان کو وہی سزا دیتا ہے جو اس عذاب کے مناسب حال ہے جسے خود انھوں نے اپنے لئے پسند کیا ہے، اپنے محرکات غضب و شہوت و میل طبیعت و لذات جسمانی میں انہماک سے اس عذاب کو انہوں نے اپنے لئے خود ہی پسند کیا، لہٰذا ہر بار تاریک

پردوں کے بعد دوسرے دوسرے تاریک پردے اُن پر تبدیل ہوتے رہے۔ [1]

شیخ اکبر کی اصل عبارت کے ساتھ اُردو میں صرف تلخیص و توضیح پر نظر ہی، اہل نظر اندازہ کرسکتے ہیں کہ تبدیل جلود" کا منطوق چاہے کچھ ہو مگر آیہ شریفہ کو کم از کم تناسخ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ تفسیر سے کہیں اس کا شائبہ نکل سکتا ہے، کیوں کہ تعلیم الٰہی کو تناسخ سے بشدت انکار ہے۔"

[1] تفسیر ابن عربی۔ طبع بمبئی۔ ۱۲۹۱ء ج ۲ ص ۱۵۲۔

نفیس دعوتی کارڈ مختلف رنگوں اور دلکش طرزوں کے کافی تعداد میں موجود ہیں خریدنے سے پہلے ایک بار ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

سامان نوشت و خواند ہر قسم کا بہتر سے بہتر موجود ہے۔ تھوک اور خردہ دونوں طریقوں سے فروخت کیا جاتا ہے۔

فصل فونٹن پن جدید اسٹاک آگیا ہے۔ جونیر ۔للعہ۔ سینیر عہ۔

فدا علی محمد علی

جنرل اسٹیشنری مرچنٹ۔ پتھر گٹی۔ حیدرآباد

ٹیلیفون ۶۵